فنون الافنان(ابن جوزیؒ) اور منتخب مقدمات کتب تفسیر۔ایک تقابلی جائزہ

محمد فاروق حیدر*

ابن جوزی(م ۵۹۷ھ)[1] کا شمار ان مشاہیر اسلام میں ہوتا ہے جنہوں نے قلم وقرطاس اور زبان و بیان کے ذریعے امت مسلمہ کی تربیت و اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ اس لیے جہاں آپ مفسر، محدث اور مؤرخ کی حیثیت سے اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں وہاں آپکی ایک وجہ شہرت بطور واعظ ہے۔ علم تفسیر اور علوم القرآن میں ابن جوزی کی تحقیقات غیر معمولی ہیں۔ آپ نے "زادالمسیر فی علم التفسیر" کے عنوان سے قرآن مجید کی تفسیر تالیف کی۔علوم القرآن کی مختلف انواع پر علیحدہ سے کتب تحریر کیں جیسے "تذکرۃ الاریب فی تفسیر الغریب"، "نزهة الاعين النواظر فی علم الوجوه و النظائر" اور "نواسخ القرآن" وغیرہ۔ علاوہ ازیں "فنون الافنان فی عیون علوم القرآن" آپکی عظیم تالیف ہے جس میں مؤلف موصوف نے علوم القرآن کے قریباً بارہ مباحث کو شامل کتاب کیا جیسے فضائل القرآن، قرآن مجید مخلوق نہیں، سبعۃ احرف پر قرآن مجید کا نزول۔ کتابت مصحف اور اسکا رسم، سورتوں، آیات، کلمات، حروف اور نقاط کی تعداد، اجزاء قرآن، سورتوں کی آیات کی تعداد، کوفی مذہب کے مطابق تعداد آیات میں ایک جیسی سورتیں، مکی اور مدنی سورتیں، قرآن مجید میں مستعمل لغات، وقف وابتداء اور متشابہ آیات وغیرہ۔

فنون الافنان، علوم القرآن کے عنوان سے ملنے والی پہلی جامع کتاب ہے۔ابن جوزی نے اس کتاب کی تیاری میں علوم القرآن کی مختلف انواع پر لکھی گئی اہم اور بنیادی کتب سے استفادہ کیا جن میں علامہ ابن جریر کی تفسیر جامع البيان عن تاويل آی القرآن، علامہ ابن انباری کی ایضاح الوقف والابتداء اور کتاب مرسوم الخط اور علامہ جوالیقی کی کتاب المعرب وغیرہ خاص طور پر شامل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مختصر مقدمہ ہے جس میں حمد و درود کے بعد چند سطروں میں کتاب کا سبب تالیف بیان کیا گیا ہے۔اس کے بعد کتاب میں علوم القرآن کے بارہ ابحاث کا بیان ہے۔ان مباحث کو ابن جوزی نے کسی جگہ فصول میں اور کہیں بنا فصول کے بیان کیا ہے۔ اختلافی اقوال کی کثرت سے احتراز برتا گیا ہے اور جہاں کہیں زیادہ اقوال آئے وہاں اکثر و بیشتر آپ نے کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے۔ کتاب میں مفصل اور دقیق مباحث کو نہایت اختصار کے ساتھ سمیٹنے کے باوجود کتاب کی سلاست اور روانگی میں خلل واقع نہیں ہوا۔ تمام مباحث میں معلومات اور مواد کو حسن ترتیب سے پیش کیا گیا۔ کتاب کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ یہ علوم القرآن کے فن پر ملنے والی پہلی مکمل کتاب ہے۔ فنون الافنان کے مباحث میں سے سبعہ احرف، رسم مصحف اور

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی لاہور، پاکستان

قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی تعداد خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔[2]

یہاں فن علوم القرآن کے تناظر میں ابن جوزی کی کتاب فنون الافنان کا تین اہم مقدمات تفاسیر سے تقابل کیا گیا ہے۔ پہلا مقدمہ تفسیر طبری، دوسرا مقدمہ کتاب المبانی اور تیسرا مقدمہ ابن عطیہ اندلسی کی تفسیر المحرر الوجیز کا ہے۔ اس مقارنہ میں کتب کے عمومی رجحان کی بجائے صرف مشترک مباحث کا جائزہ لیا گیا ہے اور تفصیلات سے قطع نظر آئمہ کے اصولی مواقف ہی کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔

(الف) مقدمہ تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القرآن سے تقابل:

اس تفسیر کے مؤلف ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)[3] ہیں۔ خطیب بغدادی کا آپ کی شخصیت کے متعلق قول ہے:

ابن جریر بلند پایہ علماء میں سے تھے، آپ کے فضل و کمال کے سبب آپکے قول پر فیصلہ کیا جاتا اور آپکی رائے کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ابن جریر نے ایسے علوم جمع کیے کہ انکا کوئی ہم عصر اس خوبی میں ان کے مساوی نہیں۔ کتاب اللہ کے حافظ، فن قراءت کے ماہر، معانی کی پوری بصیرت رکھنے والے، احکام قرآن کا گہرا فہم رکھنے والے سنت اور اس کے طرق اور ان کے صحیح و سقیم اور ناسخ و منسوخ کے عالم، حضرات صحابہؓ اور تابعین کرام کے اقوال، حلال و حرام کے مسائل اور لوگوں کے اخبار و ایام سے واقف تھے۔ تاریخ الامم والملوک آپ کی مشہور کتاب ہے۔ نیز آپکی تفسیر کی کوئی مثل نہیں۔[4]

تفسیر طبری ام التفاسیر ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آج تک جس قدر بھی تفاسیر لکھی گئیں ان میں سب سے بنیادی تفسیر یہی ہے۔ منقولات کی کثرت مع اسناد اس تفسیر کی نمایاں خصوصیت ہے۔ امام صاحب نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں علوم القرآن سے متعلق جن بنیادی مباحث کا ذکر کیا ہے اگرچہ وہ مختصر ہیں لیکن ان کو اس فن میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مقدمہ کل دس مباحث پر مشتمل ہے جیسے: قرآن مجید کے معانی اور کلام عرب کے معانی میں موافقت اور معانی کے اعتبار سے کلام اللہ کی تمام کلاموں پر فضیلت، عرب اور دیگر اقوام کی لغات میں مستعمل حروف کی موافقت، لغات عرب میں سے وہ لغت جس پر قرآن نازل ہوا، فرمان نبوی ﷺ "قرآن جنت کے سات ابواب سے نازل ہوا" اور اس میں وارد دیگر روایات، وہ وجوہ جن کے ذریعے تفسیر قرآن کی معرفت حاصل ہوتی ہے، تفسیر بالرائے کی ممانعت میں وارد روایات، علم تفسیر کا شوق دلانے والی روایات اور مفسر صحابہ کرامؓ، تفسیر قرآن سے متعلق وہ روایات جن کی غلط تاویل کی گئی، قدماء میں سے ان شخصیات کے بارے روایات جن کا تفسیری علم محمود یا

پھر مذموم ہے، قرآن مجید کے اسماء اور اسکی سورتوں و آیات کی تفسیر۔ یہ وہ مباحث ہیں جن میں امام صاحب کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اس مضمون سے متعلق روایات نقل کرتے ہیں ،اس کے بعد ان کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں آپ جو مؤقف اختیار کرتے ہیں اسے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ فنون الافنان اور مقدمہ تفسیر طبری کے موضوعات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دو ابحاث ایسی ہیں جو دونوں میں مشترک ہیں۔ پہلی بحث قرآن مجید میں مستعمل لغات اور دوسری سبعہ احرف پر قرآن مجید کے نزول پر مشتمل ہے۔ یہاں ان دونوں انواع کے تمہیدی تعارف کے بعد مذکورہ موضوعات میں امام طبری اور علامہ ابن جوزی کے مواقف کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بحث اول: قرآن مجید میں مستعمل لغات

یہ بحث اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ کیا قرآن مجید میں غیر عربی لغات کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یا نہیں۔اس بارے تین بنیادی اقوال منقول ہیں:

اول: قرآن مجید میں عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ جن علماء نے اس قول کو اختیار کیا ان میں سر فہرست امام شافعی ہیں۔امام صاحب لکھتے ہیں:

"والقرآن يدل على ان ليس من كتاب الله شئ الا بلسان العرب"[5]

دوم: قرآن مجید میں دیگر زبانوں کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔

یہ قول اس جماعت کا ہے جس کا موقف یہ ہے کہ اگرچہ قرآن مجید میں قلیل تعداد میں غیر عربی الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ قرآن مجید عربی زبان میں نہیں ہے یا آپ ﷺ اپنی قوم کی زبان نہیں بولتے تھے۔[6]

امام سیوطیؒ کی رائے میں قرآن مجید میں ہر زبان کا لفظ موجود ہے، لکھتے ہیں:

"و اقوى ما رايته للوقوع و هو اختيارى ما اخرجه ابن جرير بسند صحيح عن ابى ميسرة التابعى الجليل، قال فى القرآن من كل لسان"[7]

علامہ سیوطیؒ نے اس کی حکمت یہ بتائی ہے کہ قرآن مجید علوم اولین و آخرین پر حاوی ہے اور اس میں ہر چیز کی خبر ہے تو یہ ضروری تھا کہ اس میں مختلف لغات کی طرف اشارہ پایا جاتا تاکہ قرآن مجید کا احاطہ ہر شے پر مکمل ہو جاتا لہٰذا ہر لغت کے شیریں اور خفیف الفاظ اور عرب میں بکثرت استعمال ہونے والے الفاظ قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں۔[8]

سوم: ایسے الفاظ جو عجمی الاصل ہیں لیکن استعمال عرب کے باعث عربی شکل اختیار کر گئے۔

سب سے پہلے ابو عبیدؒ نے یہ موقف اختیار کیا کہ قرآن مجید میں استعمال ہونے والے معرب الفاظ کی اصل عجمی ہے لیکن اہل عرب کے استعمال کرنے کی وجہ سے مستقل عربی شکل اختیار کر گئے اور عربی زبان کا حصہ بن گئے۔ نزول قرآن کے وقت ایسے الفاظ عربی کلام میں یوں شامل ہو چکے تھے کہ ان میں امتیاز کرنا دشوار ہو گیا تھا۔[9]

مقدمہ تفسیر طبری میں لغات فی القرآن کی بحث

امام طبریؒ نے مقدمہ کی ابتدائی بحث میں آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا کہ قرآن مجید صرف عربی زبان میں نازل ہوا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔[10]

دوران بحث آپ نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر مجھ سے کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے اسی زبان میں مخاطب ہوتا ہے جس کو وہ سمجھتے ہیں اور جس قوم کی طرف اللہ پیغام وحی بھیجتا ہے وہ اس قوم کی زبان میں بھیجتا ہے جس کو وہ سمجھ سکتے ہوں تو پھر آپ کا ان روایات کے بارے میں کیا خیال ہے جن میں قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ کے وقوع کا بیان ہے۔ علامہ نے اس مضمون کی کل چھ روایات نقل کی ہیں جن میں سے بطور مثال دو روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ عن ابی موسیٰؓ: (یوتکم کفلین من رحمته)[11] قال: الکفلان: ضعفان من الاجر، بلسان الحبشة۔

۲۔ عن ابن عباسؓ، انه سئل عن قوله: (فرت من قسورة)[12] قال: هو بالعربية: الاسد، و بالفارسية: شار، و بالنبطية: اریا، و بالحبشية: قسورة۔[13]

ابن جریر نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ مختلف اقوام میں ایسے الفاظ ہیں جو کسی معنی کی ادائیگی کے لیے ایک جیسے ہوتے ہیں جیسے درہم، دینار، دوات، قلم اور قرطاس وغیرہ۔ فارسی اور عربی دونوں میں یہی الفاظ ہیں اور دونوں میں ان کے معنی بھی ایک جیسے ہیں۔[14]

ابن جریرؒ نے واضح کیا کہ اگر کوئی شخص میرے اس موقف (کہ فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں لفظ و معنی کی موافقت ہو سکتی ہے) کے بعد یہ کہے کہ وہ لفظ مکمل طور پر فارسی ہوگا عربی نہیں یا وہ پورا عربی ہوگا فارسی نہیں یا کوئی یہ کہے کہ اس لفظ کا اصل مخرج تو عربی ہے لیکن عجمی بھی اس لفظ کو بولنے لگیں یا کوئی یہ کہے کہ اس لفظ کا اصل مخرج فارسی ہے لیکن پھر عربوں نے اسے اپنی زبان میں استعمال کیا تو یہ سب لاعلمی کی بات ہے کیونکہ عرب و عجم دونوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ ایسے الفاظ سے متعلق یہ خیال کریں کہ ان کا اصل مخرج ان کی زبان میں ہے۔ بس ایک ہی معنی کے لیے ایک ہی لفظ کا استعمال دونوں زبانوں میں موجود تھا۔ لہٰذا ہمارے قول کے مطابق ایسا کوئی

لفظ ہوگا تو اقوام میں کسی کو زیادہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کی اصل کو اپنی زبان میں بتائے اور اگر کوئی اس بات کا دعویٰ کرے گا تو ایسے دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی الا یہ کہ وہ اپنے دعوے پر کوئی قطعی دلیل پیش کرے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک درست بات یہ ہے کہ ایسے الفاظ جو مختلف قسم کی زبانوں میں اپنے استعمال کے اعتبار سے مشترک ہوں تو ان کو عربی عجمی یا حبشی عربی کہا جا سکتا ہے تو کوئی قوم اس بات کا حق نہیں رکھتی کہ اس لفظ کو اسی خاص قوم کی زبان کی طرف منسوب سمجھا جائے۔[15]

امام صاحب نے اپنے موقف کے حق میں جو دلیل دی دیگر شواہد سے اس کی مزید وضاحت فرمائی اور دیگر مواقف کے قائلین کی تردید کی۔

کتاب فنون الافنان کی بحث "اللغات فی القرآن" کا جائزہ:

فنون الافنان کی نویں بحث قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات کے بارے میں ہے۔ اس باب میں تین ذیلی مباحث شامل ہیں۔ پہلی بحث کی ابتدا میں قرآن میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ کے بارے میں دونوں موقف بیان کیے گئے اس کے بعد آپ نے ابو عبید کا قول نقل کیا اور اس موقف کی تائید میں اس طرح مثالیں نقل کیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ کا رجحان بھی ابو عبید کے قول کی طرف ہے۔ مثال کے طور پر ایسے چند الفاظ درج ذیل ہیں جو اصلاً عجمی ہیں لیکن استعمال عرب کی وجہ سے عربی کہلاتے ہیں:

(استبرق) [16]: غليظ الديباج فارسی معرب

(ابليس) [17]ليس بعربی

(السجل)[18] بلغة الحبشة

(سليمان)[19] عبرانی

(الطور) [20]بالسريانية

(الفردوس)[21] اصله رومی، اعرب[22]

دوسری بحث قرآن مجید میں عرب کی مختلف لغات میں سے استعمال ہونے والے الفاظ کے بارے میں ہے اس ضمن میں آپ نے بارہ لغات کے الفاظ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً:

بلغة حمير (الحصب)[23] المرصى

بلغة همذان (المناص)[24] القرار

بلغة طی (طه)[25] يا رجل[26]

اسی اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب کی آخری بحث میں قرآن مجید میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

و بلغة سريانية (السرى)[27]

و بلغة الحبش (الحور)[28]

و بلغة روم (القسطاس) [29]،[30]

کتاب فنون الافنان کے باب "اللغات فی القرآن" میں مذکورہ بالا تین مباحث شامل ہیں۔

قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات کے تناظر میں دونوں کتب کے اسالیب بحث واستدلال میں واضح فرق ہے۔ ابن جریر نے اپنا ایک واضح موقف اختیار کیا اور اس کو دلائل و براہین کی قوت سے ثابت کیا نیز آپ نے اپنی رائے پر جو ممکنہ سوالات واشکالات وارد ہو سکتے تھے انکے مدلل جوابات دیے۔ اس ضمن میں جو روایات عموماً نقل کی جاتی ہیں جن سے قرآن مجید میں دیگر لغات کا استعمال ثابت ہوتا ہے آپ نے اپنے موقف کے حق میں ان روایات کی توجیہ کرتے ہوئے ان کے ظاہری الفاظ سے جو اشکال پیدا ہو رہا تھا رفع فرمایا۔ دوران بحث بغیر نام لیے ان لوگوں کے موقف کی تردید بھی کی جن کے نزدیک قرآن مجید میں استعمال ہونے والے بعض الفاظ کی اصل عجمی ہے لیکن استعمال عرب کی وجہ سے وہ عربی شکل اختیار کر گئے جیسا کہ امام طبری سے پہلے ابو عبید اور دیگر علماء جنھوں نے اس رائے کو اختیار کیا۔

فنون الافنان کی مذکورہ بحث میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی بلکہ اس کتاب میں بنیادی معلومات اور نتائج کو بیان کر دیا گیا۔ کسی قول کے صحیح و سقیم ہونے سے بحث نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی قول کے حق یا تردید میں دلائل دیے گئے۔ یہاں تک کہ ابن جوزی کے موقف کو بھی حتمی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا البتہ اقوال وامثلہ سے اشارۃ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابو عبید کا موقف اختیار کیا ہے۔ مقدمہ کی نسبت فنون الافنان میں اس بحث کے دیگر پہلوؤں کا بھی مع امثلہ جائزہ لیا گیا کیونکہ اس کتاب میں بحث کا عنوان "ذکر اللغات فی القرآن" مقدمہ کے عنوان کی نسبت اپنے اندر زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ جبکہ مقدمہ میں صرف یہ سوال اٹھایا گیا کہ کیا قرآن مجید میں دیگر لغات کے الفاظ استعمال ہوئے یا نہیں۔

بحث دوم: سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول

علوم القرآن کے انتہائی اہم مباحث میں سے ایک سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول ہے۔ مفسرین و محدثین نے سات حروف پر قرآن مجید کے نزول سے متعلق روایات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور ایسی روایات کی مختلف تعبیرات بیان کی ہیں۔ بطور مثال یہاں تین اہم اقوال درج ذیل ہیں:

قول اول: سبعہ احرف سے مراد سات فصیح لغات ہیں جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ یہ قول امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) کا ہے۔[31]

قول دوم: سبعہ احرف سے مراد وہ سات لغات ہیں جو ایک کلمہ میں پائی جاتی ہیں جن کے معانی ایک جیسے اور الفاظ مختلف ہوتے ہیں (یعنی ایک ہی معنی کے لیے سات مترادف الفاظ) جو عہد عثمانی تک محفوظ رہے لیکن عہد عثمانی میں مسلمانوں کو اختلاف قراءات سے محفوظ رکھنے کے لیے باقی چھ حروف کو متروک قرار دے کر قرآن مجید کو ایک حرف یعنی لغت قریش پر محفوظ کر لیا گیا۔ یہ ابن جریر طبری کا موقف ہے۔[32]

قول سوم: سبعہ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعیتیں ہیں جیسے اسماء، افعال، وجوہ اعراب، کمی زیادتی، تقدیم و تاخیر، ابدال اور لہجات کا اختلاف۔ یہ قول امام ابو الفضل رازیؒ کا ہے۔[33]

ابن جوزی نے اس بحث میں ابن جریر کے مقدمہ سے استفادہ کیا ہے اور ابن جریر کے موقف کی اس حد تک تائید کی ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سات لغات ہیں لیکن قرآن مجید میں لغات کے تعین کے بارے میں ابن جوزی نے وہ موقف اختیار کیا ہے جو ابو عبید کا ہے۔

یہاں اس بحث کے حوالے سے دونوں کتابوں کی خصوصیات اور امتیازات درج ذیل ہیں:

۱۔ مقدمہ جامع البیان کے مباحث میں سے سب سے اہم اور مفصل بحث سبعہ احرف پر نزول قرآن کے بارے میں ہے وہاں اس بحث کا عنوان "القول في اللغة التي نزل بها القرآن من لغات العرب" ہے۔ ابن جریر کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے اور علمی دنیا پر احسان ہے کہ انہوں نے سبعہ احرف پر نزول قرآن کے ثبوت میں مختلف اسناد کے ساتھ چالیس روایات نقل کی ہیں۔[34] جبکہ فنون الافنان میں اس بحث کے تحت ایک ہی روایت بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔[35]

۲۔ ابن جریر نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو ثابت کیا ہے اور جس طریقے سے خود سوال اٹھا کر ان کے جوابات دیے ہیں، ما قبل کسی کتاب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مقدمہ میں سبعہ احرف کے تناظر میں عہد نبوی ﷺ سے لے کر عہد عثمانؓ تک جمع قرآن کی بحث کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فنون الافنان

میں ابن جوزی نے سبعہ احرف سے متعلق اپنا موقف اس قدر واضح انداز میں بیان نہیں کیا جس قدر مقدمہ میں ابن جریر نے پیش کیا۔

۳۔ اس بحث میں فنون الافنان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ سبعہ احرف کی تعیین سے متعلق اس میں پہلی مرتبہ چودہ اقوال نقل کیے گئے ہیں۔[36] جبکہ مقدمہ میں اس قدر اقوال کا ذکر نہیں۔

۴۔ فنون الافنان، مقدمہ ابن جریر سے قریباً اڑھائی سو سال بعد لکھی گئی اس لیے اس وقت علوم القرآن پر مفصل اور مبسوط تحریری سرمایہ موجود تھا۔ اس بات کا تقاضا تھا کہ فنون الافنان میں یہ بحث مقدمہ کی نسبت زیادہ مدلل اور جامع ہوتی لیکن ابن جوزی نے اس بحث میں ایجاز واختصار سے کام لیا۔

۵۔ سبعہ احرف سے متعلق مقدمہ میں ابن جریر نے روایات نقل کیں اور ان میں گہرے غور وخوض اور تدبر کے بعد ایک موقف اپنایا اور اس کے حق میں دلائل دیے جبکہ ابن جوزی نے ابو عبید کا موقف اختیار کیا اور اس میں کوئی اضافہ یا وضاحت نہیں فرمائی۔

۶۔ سبعہ احرف کے بارے میں ابن جریر کے موقف کی ایک خاص بات یہ ہے کہ بعد میں آنے والے اکثر علماء نے اسی موقف کو اختیار کیا۔[37]

فنون الافنان اور مقدمہ جامع البیان کا مجموعی طور پر جائزہ لینے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فنون الافنان اس فن پر ایک جامع اور مستقل کتاب ہے جس میں علوم القرآن کی بارہ انواع سے بحث کی گئی ہے جبکہ مقدمہ جامع البیان جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک جامع اور مبسوط تفسیر کا مقدمہ ہے نہ کہ ایک مکمل کتاب لہٰذا اس دور کے مطابق تفسیر کے ابتدائی مباحث پر مشتمل ہے۔ جن میں سے صرف سبعہ احرف ہی وہ بحث ہے جس سے مفصل اور مدلل کلام کیا گیا بقیہ نو مباحث جزوی حیثیت رکھتی ہیں۔

(ب) فنون الافنان اور مقدمہ کتاب المبانی کا مقارنہ:

مقدمہ کتاب المبانی اور مقدمہ تفسیر ابن عطیہ دونوں مشہور مستشرق آرتھر جیفری کی تحقیق سے ۱۹۵۴ء میں مصر سے ایک ساتھ "مقدمتان فی علوم القرآن" کے نام سے شائع ہوئے۔

آرتھر جیفری کے علمی کاموں میں نمایاں ترین کام "Materials for the history of the Text of the Quran" ہے جو ای جے برل (E.J.Brill) نے لیڈن سے ۱۹۳۷ء میں جاری کیا۔ یہ ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان السجستانی (م ۳۱۶ھ) کی کتاب المصاحف کے ساتھ پیش کیا گیا جس کو آرتھر جیفری

نے مدون کیا۔ اس نے قرآن حکیم کی تدوین اور اس کی مختلف قراءتوں کے مضامین پر مشتمل دو مسودات بعنوان "مقدمتان فی علوم القرآن" بھی مدون کیے۔[38]

مقدمہ کتاب المبانی کے مؤلف مجہول ہیں۔ آرتھر جیفری نے کتاب کی ابتداء میں اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اس کتاب کے مؤلف غیر معروف ہیں کیونکہ مسودے کا پہلا صفحہ مفقود ہو چکا ہے تاہم دوسرے صفحے پر یہ صراحت موجود ہے کہ مؤلف نے اس کتاب کو ۴۲۵ھ میں لکھنا شروع کیا اور اس کا نام کتاب المبانی لنظم المعانی رکھا۔[39]

صاحب مقدمہ نے کتاب کی تقسیم دس فصول میں کی ہے جس کی ترتیب اس طرح ہے: قرآن مجید کی ترتیب نزولی اور مکی و مدنی کا بیان، جمع قرآن کی کیفیت و اسباب، قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے نزولی نہیں، مصحف ہر قسم کی کمی یا زیادتی اور غلطی و نسیان سے محفوظ ہے، اختلاف مصاحف، اختلاف قراءات، تفسیر و تاویل اور محکم و متشابہ، تفسیر قرآن کے جواز اور عدم جواز کی بحث، سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول، نزول قرآن و اجزاء قرآن اور قرآن مجید کی آیات، کلمات اور حروف کی تعداد۔

مقدمہ کی مذکورہ دس فصول میں علوم القرآن کے تقریباً چودہ مباحث کو شامل کیا گیا ہے کیونکہ کئی فصول میں ایک سے زیادہ مباحث ہیں، جیسے آخری فصل میں تین مباحث کا بیان ہے۔

فنون الافنان اور مقدمہ کتاب المبانی کے محتویات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کتب میں چار ابحاث کا اشتراک ہے جن میں سے پہلی بحث تفسیر و تاویل اور محکم و متشابہ ہے۔ یہ وہ بحث ہے جس کا ابن جوزی نے صرف عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت کوئی تفصیل نقل کرنے کی بجائے صرف اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ ان دونوں انواع کا بیان ان کی تفسیر میں ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"واما الكلام فى الفرق بين التفسير و التاويل فقد ذكرناه فى التفسير---و ذكرنا فى التفسير الفرق بين المحكم و المتشابه"[40]

ابن جوزی نے اپنی کتاب زاد المسیر میں ان دونوں انواع کی تفصیلات نقل کرنے کے بعد فنون الافنان میں انکے بیان کو تکرار محض سمجھتے ہوئے انکے اعادہ سے احتراز برتا۔ اس کے برعکس مقدمہ کتاب المبانی میں ان دونوں مباحث پر مختصراً کلام کیا گیا ہے۔

اس لحاظ سے صرف تین مباحث ہیں جن میں دونوں کتب کا یہاں تقابل کیا گیا ہے۔ پہلی سبعہ احرف پر قرآن مجید کے نزول، دوسری قرآن مجید کے اجزاء اور تیسری بحث سورتوں، آیات، کلمات و حروف کی تعداد پر مشتمل ہے۔

بحث اول: سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول:

ا۔ صاحب کتاب المبانی کا موقف

سبعہ احرف کے بارے مقدمہ کتاب المبانی کے مؤلف کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید لغات عرب میں نازل ہوا اور ان میں لغات کے درمیان اختلاف کی سات وجوہ ہیں یعنی سبعہ احرف سے مراد اختلاف لغات کی سات نوعیتیں ہیں اور جہاں تک قراءات کا تعلق ہے تو یہ سبعہ احرف میں شامل نہیں ہیں۔[41] صاحب مقدمہ کے نزدیک اختلاف لغات کی سات وجوہ درج ذیل ہیں:

ا۔ ابدال الفاظ: عرب میں مچھلی کے لیے حوت اور سمک دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں اس کی مثال (کالعهن المنفوش)[42] ہے جسے کالصوف المنفوش بھی پڑھا گیا ہے۔

۲۔ ابدال حروف: عرب میں اعطیت کو انطیت بھی پڑھا جاتا اس طرح قرآن میں (الصراط)[43] کو س کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔

۳۔ تقدیم و تاخیر: قرآن مجید میں اس کی مثال (فيقتلون و يقتلون)[44] ہے۔

۴۔ حروف کی کمی بیشی: قرآن مجید میں اس کی مثال (ما اغنى عنى ماليه)[45] (هلک عنى سلطانيه)[46] ہے۔ جس میں ھاء کا اثبات اور حذف دونوں ہیں۔[47]

۵۔ اختلاف حرکات: قرآن مجید میں اس کی مثال (البُخلِ)[48] اور البَخَلِ ہے۔

۶۔ اختلاف اعراب: (ماهذا بشرا)[49] میں بشراً کو لغت ہذیل کے مطابق بشرٌ بھی پڑھا گیا۔

۷۔ لہجوں کا اختلاف: جیسے تفخیم و اظہار، ادغام و امالہ وغیرہ۔ یہاں قرآن سے امالہ کی مثال درج ذیل ہے:
(و الضحى و الليل اذا سجى) [50]، [51]۔

سات وجوہ کی تفصیل نقل کرنے کے بعد آپ نے لکھا ہے:

"فهذه الوجوه السبعة التى بها اختلفت لغات العرب قد انزل الله باختلافها القرآن متفرقاً فيه"[52]

دونوں کتابوں میں اس بحث کا تقابل کرنے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

ا۔ مقدمہ کتاب المبانی میں اس بحث کا عنوان "فى نزول القرآن على سبعة احرف و ما قيل فى معانيه" ہے جبکہ فنون الافنان میں اس بحث کا عنوان "انزل القرآن على سبعة احرف" ہے۔ عنوان میں معمولی اختلاف کے باوجود موضوع بحث ایک ہے۔

۲۔ مقدمہ کتاب المبانی میں بحث کا آغاز حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کے درمیان سورۃ فرقان کی قراءت میں اختلاف والی روایت کے بیان سے کیا گیا۔اس کے بعد مؤلف نے اس مضمون کی دیگر روایات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ سبعہ احرف کے معانی کی تعیین میں اختلافات مع دلائل بیان کیے ہیں۔

فنون الافنان میں ابن جوزی نے صرف حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ہشامؓ کے درمیان اختلاف والی ایک ہی روایت نقل کرنے پر اکتفا کیا اور اس کے بعد ابن حبانؒ سے مروی پینتیس اقوال میں سے چودہ اقوال بیان کیے لیکن سوائے آخری قول کے کسی قول کے حق میں یا تردید میں دلائل نہیں دیے۔

۳۔ سبعہ احرف کی بحث میں دونوں کتابوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ دونوں میں محض اقوال نقل نہیں کیے گئے بلکہ راجح قول کی وضاحت کی گئی۔ البتہ مؤلف مقدمہ نے ابن جوزیؒ کی نسبت اپنے موقف کو زیادہ موثر اور واضح انداز میں پیش کیا۔

۴۔ سبعہ احرف کی بحث میں مؤلف مقدمہ کتاب المبانی نے سبعہ احرف سے لغات عرب میں اختلاف کی سات وجوہ مراد لی ہیں جبکہ ابن جوزی کے نزدیک سبعہ احرف سے مراد لغات عرب کی سات فصیح لغات ہیں۔

۵۔ صاحب مقدمہ نے اختلاف لغات کی سات وجوہ بیان کرنے سے پہلے قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات کے بارے میں اپنا موقف واضح کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"قلنا: ان الكلمة و ان كان اصلها من لغة اخرى، فانها اذا عرفت فى العربية، و استعمالها اهلها، فقد صارت عربية كسائر ما تتخاطب عليه العرب من كلامها، لذلك جاز ان يخاطب الله بها العرب"[53]

یعنی آپ کے نزدیک قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ استعمال نہیں ہوئے اور جن الفاظ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ غیر عربی ہیں ان کی اصل تو غیر عربی لغات میں ہو سکتی ہے لیکن نزول قرآن سے قبل ایسے الفاظ عربی شکل اختیار کر چکے تھے اور عرب ان سے اچھی طرح واقف تھے۔

فنون الافنان میں ابن جوزی نے سبعہ احرف کے ضمن میں لغات قرآن سے بحث نہیں کی بلکہ علیحدہ سے اس موضوع پر مستقل باب بعنوان "ذكر اللغات فى القرآن" قائم کیا۔ جس میں آپ کا رجحان بھی اسی موقف کی طرف ہے جس کو صاحب مقدمہ اور اس سے پہلے ابو عبید نے اختیار کیا۔

۶۔ مقدمہ کتاب المبانی میں سبعہ احرف سے متعلق تین اقوال کی تفصیل ہے جبکہ فنون الافنان میں سبعہ احرف سے متعلق چودہ اقوال کا بیان ہے۔

۷۔ مقدمہ کتاب المبانی میں سبعہ احرف سے متعلق اہم پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جیسے سبعہ ابواب اور سبعہ احرف کے درمیان فرق اور سبعہ احرف پر نزول قرآن کی حکمت وغیرہ جبکہ فنون الافنان میں صرف سبعہ احرف کے معانی کی تعیین سے بحث کی گئی ہے۔

۸۔ مقدمہ کتاب المبانی کی نسبت فنون الافنان میں اس بحث کو زیادہ مرتب انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

بحث دوم وسوم: قرآن مجید کے اجزاء، سورتوں، آیات، کلمات و حروف کی تعداد

فنون الافنان میں یہ بحث دو ابواب میں ہے۔ اجزاء قرآن الگ باب ہے اور سورتوں، آیات، کلمات، حروف اور نقاط کی تعداد کو علیحدہ سے ایک باب میں بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ مقدمہ کتاب المبانی میں سوائے سورتوں کی تعداد کے جن کا ذکر پہلے باب میں کیا گیا یہ ساری بحث آخری فصل میں موجود ہے۔ دونوں کتابوں میں اس بحث کا جائزہ لینے کے بعد درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ اجزاء قرآن کو مقدمہ کتاب المبانی کی نسبت فنون الافنان میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے قرآن مجید کے اجزاء کے تعین میں دونوں میں اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً قرآن مجید کے نصف سے متعلق ابن جوزی نے لکھا ہے:

> النصف الاول عند قوله (لقد جئت شيئا نكرا)[54] فالنون و الكاف من النصف الاول و الراء و الالف من النصف الثانى۔[55]

اس ضمن میں صاحب مقدمہ نے قول نقل کیا ہے:

> النصف الاول الى بعض خمس و ستين آية من سورة الكهف حيث قال (انک لن تستطيع)[56] ---و صارت (معی صبرا) من النصف الثانی الى آخر القرآن۔[57]

اسی طرح باقی اجزاء کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔

۲۔ مقدمہ کتاب المبانی کے مقابلے میں آیات، حروف اور کلمات کی تعداد میں ابن جوزی نے نہایت مرتب انداز میں عمدہ بحث کی ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں آنے والے حروف تہجی کی تعداد کے بارے میں بھی دونوں کتابوں میں معلومات دی گئی ہیں لیکن دونوں میں ان کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً:

مقدمہ میں الفات کی تعداد ۴۸۸۰۰ ہے[58] اور فنون الافنان میں الفات کی تعداد ۴۸۹۴۰ بتائی گئی ہے۔[59] اسی طرح یاءات تک تمام حروف میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۴۔ فنون الافنان میں نقاط کی تعداد ایک اضافی بحث ہے جس کا ذکر مقدمہ کتاب المبانی میں نہیں کیا گیا۔

۵۔ مقدمہ کتاب المبانی کے مؤلف نے اس بحث کے آخر میں یہ وضاحت کی ہے کہ یہاں بے جا طوالت کی وجہ سے باری باری ہر سورت کی آیات کا تذکرہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو بیان کرنا کتاب کی شرائط میں سے ہے۔[60] اس کے برعکس فنون الافنان میں ابن جوزی نے اس موضوع پر علیحدہ سے مستقل باب قائم کیا اور اس میں ہر سورت کی آیات کی تعداد مع اختلاف ذکر کی ہے۔

(ج) فنون الافنان اور مقدمۃ ابن عطیۃ کا تقابلی جائزہ:

ا۔ مقدمۃ ابن عطیۃ کا تعارف

یہ ابن عطیہ اندلسیؒ (م ۵۴۲ھ)[61] کی معروف تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز کا مقدمہ ہے۔ ابن تیمیہؒ نے آپ کی تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ: تفسیر ابن عطیہ، تفسیر زمخشری کے مقابلے میں بدعات وغیرہ سے محفوظ ہے اور اس میں سنت کی پیروی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ابن عطیہؒ نے تفسیر ابن جریر سے بہت زیادہ استفادہ کیا البتہ ابن جریرؒ نے سلف سے جو اقوال نقل کیے ہیں ان کو چھوڑ کر ابن عطیہ ایسے اقوال یہ گمان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ یہ محققین کے اقوال ہیں حالانکہ وہ متکلمین کے اقوال ہوتے ہیں جنہوں نے معتزلہ کے طریقوں پر اصولوں کو اپنایا تاہم اس کے باوجود یہ تفسیر معتزلہ کی نسبت سنت سے زیادہ قریب ہے۔[62]

ابن عطیہؒ کی یہ تفسیر کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے البتہ اس کا مقدمہ سب سے پہلے آرتھر جیفری کی تحقیق سے مقدمہ کتاب المبانی کے ساتھ شائع ہوا مذکورہ دونوں مقدمے "مقدمتان فی علوم القرآن" کے نام سے شائع ہوئے۔

نو ابواب پر مشتمل اس مقدمہ میں علوم القرآن کے اہم موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ پہلے باب میں فضیلت قرآن میں احادیث و آثار اور علماء کے اقوال کا بیان ہے، دوسرا باب معانی قرآن سے متعلق ہے، تیسرا علم تفسیر، چوتھا سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول، پانچواں باب جمع قرآن، چھٹا قرآن مجید میں مستعمل لغات، ساتواں اعجاز قرآن، آٹھواں ایسے الفاظ جن کا کتاب اللہ کی تفسیر میں استعمال ایجاز کا مقتضی ہے، اس کے بعد مقدمہ کا آخری اور نواں باب قرآن مجید کے اسماء و سور اور آیات کے بیان میں ہے۔

فنون الافنان اور مقدمہ تفسیر ابن عطیہ کے ابواب و مضامین کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین ابحاث ایسی ہیں جو دونوں میں مشترک ہیں۔

بحث اول: فضائل قرآن:

۱۔ مقدمہ ابن عطیہ میں اس بحث کا عنوان "ما ورد عن النبیﷺ و عن الصحابةؓ و نبهاء العلماءفی فضل القرآن المجید، وصورة الاعتصام به" جبکہ فنون الافنان میں "ذکر نبذة من فضائل القرآن "ہے۔

۲۔ دونوں کتب میں یہ بحث عنوان کے مطابق ہے یعنی مقدمہ میں آپﷺ اور آپکے اصحابؓ سے منقول تقریباً اکتیس روایات ہیں جو قرآن مجید کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اس کے علاوہ دیگر علماء کے بھی چند اقوال ہیں جبکہ فنون الافنان میں صرف چھ روایات بیان کی گئیں اس کے علاوہ کسی صحابی یا عالم کا قول نقل نہیں کیا گیا۔

۳۔ ابن عطیہ نے آپﷺ سے بغیر اسناد کے روایات نقل کی ہیں چند روایات ایسی ہیں جن میں صرف صحابی کا نام ہے مزید یہ کہ اس بحث میں حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا جبکہ فنون الافنان میں صرف پہلی روایت کی مکمل سند نقل کی گئی ہے جس کے آخر میں صحیح بخاری کا حوالہ دیا گیا بقیہ مباحث میں مقدمہ کی طرح اسناد وغیرہ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

بحث دوم: سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول

۱۔ مقدمہ ابن عطیہ میں اس بحث کا عنوان "معنی قول النبیﷺ ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف، فاقرؤوا ما تیسر منه" اور فنون الافنان میں "نزول القرآن علی سبعة احرف" ہے۔

۲۔ سبعہ احرف پر نزول قرآن کی روایت سے متعلق ابن عطیہ نے لکھا ہے:

فمعنی قول النبی ﷺ (انزل القرآن علی سبعة احرف) أی فیه عبارات سبع قبائل بلغة جملتها نزل القرآن فیعبر عن المعنی فیه مرة عبارة قریش،و مرة بعبارة هذیل،و مرة بغیر ذلک بحسب الا فصح والاوجز فی اللفظة۔[63]

سبعہ احرف کے بارے ابن عطیہ اور ابن جوزی دونوں کا موقف ایک ہی ہے یعنی قرآن مجید عرب کی سات فصیح لغات پر نازل ہوا جو قرآن مجید میں متفرق طور پر موجود ہیں۔ یہ وہ موقف ہے جسے سب سے پہلے ابو عبید نے اختیار کیا۔

۳۔ سبعہ احرف کے بارے میں ابن عطیہؒ نے اپنا موقف ابن جوزیؒ کی نسبت زیادہ موثر اور مدلل انداز میں پیش کیا۔

۴۔ سبعہ احرف سے متعلق ابن عطیہ نے چند اقوال بیان کیے ہیں جبکہ ابن جوزی نے فنون الافنان میں چودہ اقوال نقل کیے لیکن دونوں میں اقوال نقل کرنے کا انداز مختلف ہے۔ ابن عطیہ نے اگرچہ اقوال کم ہی نقل کیے ہیں لیکن جو نقل کیے ان کو دلائل کے ساتھ بیان کیا اور ان کے ضعف سے بھی آگاہ کیا اور اپنے موقف کی تائید میں بھی موثر انداز میں دلائل نقل کیے اس کے برعکس یہ خصوصیت فنون الافنان میں نہیں پائی جاتی۔

۵۔ مقدمہ میں اس بحث کے آخر میں قراءات سے مختصر بحث کی گئی اس ضمن میں مؤلف نے قراءات متواترہ اور قراءات شاذہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جبکہ فنون الافنان میں اس حوالے سے قراءات کے متعلق کوئی معلومات نہیں ملتیں۔

۶۔ ابن عطیہ نے اس بحث میں ابو عبیدؒ، ابن جریرؒ اور امام باقلانیؒ سے استفادہ کیا جبکہ ابن جوزیؒ نے ابن جریرؒ اور ابن حبانؒ کے حوالے نقل کیے ہیں۔

بحث سوم: قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات

اس بحث میں علماء کے درمیان یہ شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں عجمی لغات کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں یا نہیں۔ مقدمہ ابن عطیہ اور فنون الافنان کا جائزہ لینے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

ا۔ مقدمہ ابن عطیہ میں اس بحث کا عنوان "ذکر الالفاظ التی فی کتاب اللہ و للغات العجم بھا تعلق" اور فنون الافنان میں "ذکر اللغات فی القرآن" ہے۔

۲۔ مقدمہ ابن عطیہ میں یہ بحث انتہائی مختصر ہے۔ بحث کے شروع میں امام طبری کا موقف بیان کیا گیا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو عربی زبان کا نہ ہو اور جن الفاظ کو غیر عربی کہا جاتا ہے وہ غیر عربی نہیں بلکہ مختلف زبانوں میں مشترک الفاظ ہیں جن کو عرب کے علاوہ اہل فارس اور اہل حبشہ بھی اپنی زبان میں استعمال کرتے تھے۔[64]

امام طبریؒ کا موقف بیان کرنے کے بعد ابن عطیہ نے اپنا موقف بیان کیا ہے جو طبری سے مختلف ہے۔ لکھتے ہیں:

"ان القاعدة و العقيدة هى ان القرآن بلسان عربى مبين فليس فيه لفظة تخرج عن كلام العرب"[65]

یعنی قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات کے حوالے سے اصل بات یہی ہے کہ قرآن میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں آیا۔ البتہ جن الفاظ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ غیر عربی لغات سے ہیں ان کے بارے لکھتے ہیں:

"فحقيقة العبارة عن هذه الألفاظ أنها في الأصل أعجمية، لكن استعملتها العرب وعربتها فهي عربية بهذا الوجه، وما ذهب إليه الطبري من أن اللغتين اتفقتا في لفظة لفظة، فذلك بعيد، بل إحدا هما أصل، وا لأخر ى فرع في ا لأكثر،لأنا لاندفع أيضا جواز الاتفاق قليلاً شاذاً"[66]

یعنی آپ نے نہ صرف اپنا موقف بیان کیا بلکہ اس سے پہلے امام طبریؒ کی جو رائے نقل کی تھی اس پر تنقید کی اور یہ وضاحت کی کہ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک لفظ کے بارے میں دو زبانوں میں موافقت پائی جائے۔

فنون الافنان میں ابن جوزیؒ نے اس بحث کی ابتدا میں دو قسم کی آراء نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن میں ہر زبان کا لفظ ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اس کے بعد ابو عبیدؒ کا قول نقل کیا جس کی طرف ابن جوزیؒ بھی مائل ہیں اور اس ضمن میں آپ نے کئی مثالیں نقل کی ہیں اس کے بعد عربی لغات اور غیر عربی لغات کے الفاظ کی تفصیل ہے۔

۳۔ ابن عطیہ نے قرآن مجید میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ کے بارے میں جو موقف اپنایا وہ اس سے پہلے ابو عبیدؒ اختیار کر چکے ہیں لیکن ابن عطیہ نے اس قول کو ابو عبید کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جبکہ ابن جوزی نے یہ قول ابو عبیدؒ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے۔

۴۔ معلومات اور مواد کو پیش کرنے کا انداز مقدمہ کی نسبت فنون الافنان میں زیادہ موثر اور منظم ہے۔

۵۔ مقدمہ ابن عطیہ چونکہ ایک تفسیر کا مقدمہ ہے اس لیے علوم القرآن کی متعدد مباحث اس میں شامل نہیں ہیں جبکہ فنون الافنان میں نسبتاً زیادہ جامعیت ہے کیونکہ اس کتاب کا مستقل موضوع علوم القرآن ہے۔

خلاصہ بحث:

۱۔ فنون الافنان اور مقدمہ جامع البیان کا تقابل کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ فنون الافنان اس فن پر ایک جامع اور مفصل کتاب ہے جبکہ مقدمہ جامع البیان جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک جامع اور مفصل تفسیر کا مقدمہ ہے جس میں اس دور کے مطابق تفسیر قرآن سے متعلق چند ابتدائی مباحث کا تذکرہ ہے لیکن ان مباحث میں سے سبعہ احرف کو اپنی تفصیلات و دلائل کے حوالے سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ دونوں کتابوں میں صرف دو مباحث کے بیان میں موافقت پائی جاتی ہے لیکن دونوں مؤلفین نے ایک دوسرے سے مختلف موقف اختیار کیا ہے۔ دونوں کے نزدیک سبعہ احرف سے مراد سات لغات ہیں لیکن ابن جریر ایک حرف یا کلمہ میں سات لغات کے مترادف الفاظ مراد لیتے ہیں جبکہ ابن جوزی کے نزدیک سبعہ احرف سے مراد وہ سات لغات قرآن ہیں جو متفرق مقامات پر پائی جاتی ہیں۔

۲۔ مقدمہ کتاب المبانی کے مؤلف مجہول ہیں۔ یہ مقدمہ تفسیر ابن عطیہ کے مقدمہ کے ساتھ مل کر مقدمتان فی علوم القرآن کے نام سے شائع ہوا۔ فنون الافنان اور مقدمہ کتاب المبانی کا موازنہ کرنے سے

واضح ہوتا ہے کہ دونوں میں بنیادی طور پر تین مباحث مشترک ہیں پہلی سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول دوسری قرآن مجید کی آیات، کلمات، حروف اور نقاط کی تعداد، تیسری اجزاء قرآن ہے۔تاہم مذکورہ تینوں مباحث کے حوالے سے دونوں مؤلفین کے مابین عدم موافقت پائی جاتی ہے جیسا کہ سبعہ احرف کی بحث میں مؤلف مقدمہ نے سبعہ احرف سے لغات عرب کی سات وجوہ مراد لی ہیں جبکہ ابن جوزی کے نزدیک سبعہ احرف سے مراد سات فصیح لغات ہیں جو قرآن مجید کے مختلف مقامات پر پائی جاتی ہیں۔

۳۔ فنون الافنان اور ابن عطیہ اندلسی کی تفسیر المحرر الوجیز کے مقدمہ کا تقابلی جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں میں صرف تین مباحث فضائل قرآن، سبعہ احرف اور قرآن مجید میں استعمال ہونے والی لغات مشترک ہیں۔ فضائل القرآن کے حوالے سے دونوں کتابوں میں صرف طوالت واختصار کا فرق ہے جبکہ بقیہ دونوں مباحث میں مؤلفین کی ایک ہی رائے ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن جوزی چھٹی صدی ہجری کے نامور مفسر، محدث، مؤرخ اور بے مثل واعظ تھے۔آپ کا نام عبد الرحمٰن بن علی کنیت ابو الفرج اور لقب جمال الدین ہے۔ابن جوزی کے نام سے معروف ہیں۔ مسلکاً حنبلی تھے۔ تین سو کے قریب کتب کے مصنف تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت، دار الصادر، ۱۸۱/۱۰؛ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، لاہور، المکتبہ القدوسیۃ، ۱۹۸۴م، ۲۸/۱۳؛ احمد بن محمد، طبقات المفسرین، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۷م، ص ۲۰۸

2 کتاب فنون الافنان کی مذکورہ خصوصیات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: راقم کی کتاب "علوم القرآن"، لاہور، کتاب سرائے، ۲۰۱۸م، ص ۸۲۔۱۰۲؛ راقم کا مقالہ برائے پی ایچ ڈی بعنوان ''ابن جوزی کی علوم القرآن پر مصنفات کا تحقیقی جائزہ''، جامعہ پنجاب لاہور، سیشن ۲۰۰۷ء، باب سوم، ص ۱۰۴تا۱۹۲

3 داوودی، طبقات المفسرین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۰۲م، ص ۳۷۴۔۳۷۹

4 ایضاً، ص ۳۷۵

5 شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ، بیروت، دار الکتاب العربی، ۲۰۰۶م، ص ۶۱

6 قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۶۸/۱

7 سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۹۹م، ۴۲۶/۱

8 ایضا

9 ماخوذ، الاتقان، ۴۲۸/۱

10 یوسف ۱۲: ۲

11 الحدید ۵۷: ۲۸

12 المدثر ۷۴: ۵۱

13 طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۵م، ۲۰/۱

14 ایضاًس، ۲۱/۱

15 ایضاً

16 الکھف ۱۸: ۳۱

17 البقرۃ ۲: ۳۴

18 الانبیاء ۲۱: ۱۰۴

19 البقرہ ۲: ۱۰۲

20 الطور ۵۲: ۱

21 الکھف ۱۸: ۱۰۷

22 ابن جوزی، فنون الافنان فی عیون علوم القرآن، بیروت، دار البشائر الاسلامیہ، ۱۹۸۷م، ص ۳۴۴۔ ۳۴۷

23 الانبیاء ۲۱: ۹۸

24 ص ۳۸: ۳

25 طہ ۲۰: ۱

26 فنون الافنان، ص ۳۴۹

27 مریم ۱۹: ۲۴۔ آیت میں لفظ اسطرح ہے (قد جعل ربک تحتک سریا)

28 الانشقاق ۸۴: ۱۴۔ آیت میں لفظ اسطرح ہے (انه ظن ان لن یحور)

29 فنون الافنان، ص ۳۵۱

30 الاسراء ۱۷: ۳۵

31 ابو عبید، فضائل القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱م، ص ۲۰۳

32 جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۴۲/۱، ۴۶، ۴۷

33 زرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۹۸م، ۱۱۵/۱

34 جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ص ۲۴ تا ۳۵

35 فنون الافنان، ص ۱۹۸

36 ایضاً، ص ۲۰۳ تا ۲۱۴

37 متقدمین میں سے جن علماء نے اس قول کو اختیار کیا ان کی تفصیل کے لیے دیکھیں:
قرطبی، التذکار فی افضل الاذکار، بیروت، دار الکتاب العربی، ۲۰۰۵م، ص ۲۶، ۲۷؛ ابن قیم، البدائع فی علوم القرآن، بیروت، دار المعرفۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۶ھ، ص ۱۱۳؛
جبکہ اس رائے کو اختیار کرنے والے جدید علماء کے اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیے ان کی کتب:
ابو شہبہ، المدخل لدراسۃ القرآن الکریم، کویت، غراس للنشر والتوزیع، ۲۰۰۳م، ص ۱۷۸؛
مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، ریاض، دار المعارف، ۱۹۹۶، ص ۱۶۲؛
فضل حسن عباس، اتقان البرہان فی علوم القرآن، الاردن، دار الفرقان، ۱۹۹۷، ۱۱۹/۲۔

38 محمد اکرم چوہدری، اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین، ترجمہ علی ا صغر سلیمی، سہ ماہی فکر و نظر علمی و دینی مجلّہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد ۳۴، شمارہ ۳۰ (جنوری۔ مارچ ۱۹۹۷)، ص ۵۵

39 جیفری آرتھر، مقدمتان فی علوم القرآن (مقدمہ کتاب المبانی و مقدمہ ابن عطیہ)، مصر، مکتبہ الخانجی، ۱۹۵۴م، ص ۳

40 فنون الافنان، ص ۳۷۵

41 مقدمتان فی علوم القرآن (مقدمۃ کتاب المبانی) ص ۲۲۸، ۲۳۰

42 القارعۃ ۱۰۱: ۵

43 الفاتحۃ ۱: ۶، ۷

44 التوبۃ ۹: ۱۱۱

45 الحاقۃ ۶۹: ۲۸

46 الحاقۃ ۶۹: ۲۹

47 خاروف، المیسر فی القراءات الاربع عشرۃ، دمشق، دار ابن کثیر، ۲۰۰۶م، ص ۵۶۷

48 النساء ۴: ۳۷

49 یوسف ۱۲: ۳۱

50 الضحی ۹۳: ۱، ۲

51 مقدمتان فی علوم القرآن (مقدمۃ کتاب المبانی)، ص ۲۲۸

52 ایضاً

53 ایضاً، ص ۲۱۴

54 الکھف ۱۸: ۷۴

55 فنون الافنان، ص ۲۵۳

56 الکھف ۱۸: ۶۷

57 مقدمتان فی علوم القرآن (مقدمہ کتاب المبانی)، ص ۲۳۸۔۲۳۶

58 ایضا، ص ۲۴۸

59 فنون الافنان، ص ۲۵۰

60 مقدمتان فی علوم القرآن (مقدمۃ کتاب المبانی)، ص ۲۵۰

61 زرکلی، الاعلام، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۹۷۹م، ۲۸۲/۳

62 ماخوذ، ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، لاہور، المکتبہ العلمیہ، ص ۲۷، ۲۸

63 مقدمتان فی علوم القرآن (مقدمۃ ابن عطیہ)، ص ۲۷۱

64 ایضاً، ص ۲۷۷

65 ایضاً

66 ایضاً